ناول۔قسط 3

رمانہ عمر

زنیرا

زنیرا مڈل کلاس گھرانے کی باپردہ لڑکی ہے اس کی دوستی میڈیکل کالج کے پہلے ہی سال میں ثانیہ نامی لڑکی سے ہوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ والدین کے علاوہ ثانیہ کی ایک شادی شدہ بہن رابعہ بھی اس کے گھر میں رہتی ہے جو مغرور اور نک چڑھی ہے۔ جبکہ بڑا بھائی اعلیٰ تعلیم کے لئے ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ زنیرا پڑھائی کیلئے ثانیہ کے گھر میں آتی رہتی ہے اور اس کے والدین زنیرا کے ساتھ نہایت شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔

رات کے کھانے پر خوب اہتمام تھا۔ امی نے حسن کی پسندیدہ ہر ڈش بنا کر سجادی تھی۔ کھانے کے بعد کافی کی محفل جمی۔

سب اپنا اپنا کپ لے کر لان میں نکل آئے۔ دوپہر کی گرمی کے مقابلے میں رات ٹھنڈی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں ہوا کا تازہ جھونکا بھی آجاتا اور ساتھ میں رات کی رانی کی خوشبو نتھنوں سے ٹکراتی حسن نے...... لمبی سی سانس لیتے ہوئے کہا:

”ڈیڈی یہ آپ کی رات کی رانی بڑی باوفا نکلی۔ دیکھئے ہمارے بچپن سے اب تک اسی طرح خوشبو بکھیر رہی ہے۔ یہاں پر بیٹھ کر کتنی پرانی باتیں یاد آتی ہیں۔ یاد ہے رابعہ باجی! اسی جگہ آپ کے پاؤں میں موچ آئی تھی۔ بالکل اسی جگہ.....“

اس نے انگلی سے اشارہ کیا اور پھر رابعہ کی جانب دیکھا، وہ کافی کا مگ ہاتھ میں لیئے خیالوں میں گم تھی چونک کر بولی

”کیا کہا حسن تم نے؟“

حسن نے گہری نظروں سے رابعہ کا چہرہ ٹٹولا۔

”رابعہ باجی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیا سوچ رہی ہیں؟ ظفر بھائی کی کوئی خبر؟ کب تک آئیں گے.....“

رابعہ مگ ٹیبل پر پٹخ کر کھڑی ہوگئی۔

”تم اتنے دنوں بعد باہر سے آئے ہو اپنی باتیں کرو۔ وہاں کے قصے سناؤ ظفر کے موضوع کو گھسیٹنا ضروری ہے کیا؟ جس کو دیکھو مجھ سے بات کرنے کے لئے ایک ہی موضوع.........خواہ مخواہ کی ہمدردیاں اور سوالات.....“

وہ ناگواری سے سرہلا کر اندر چلی گئی۔

باقی سب نے تو بس سر جھکا لیئے۔ مگر حسن واقعی پریشان ہوگیا تھا۔

”یہ رابعہ باجی کو کیا ہوا؟“

”ارے چھوڑو حسن! ان کے مسائل الگ ہی ہیں۔ انہیں تو ہر خوشگوار موقع پر دل خراب کرنا ہوتا ہے۔“ ثانیہ بولتے بولتے رک گئی اور ماں کی تنبیہی نظروں کو سمجھتے ہوئے خاموش ہوگئی۔

”ویسے تم کو یہ دیوار کودنے کا خیال آیا کیسے؟ وہاں سے پلان کر کے چلے تھے؟“

”نہیں سوچا تو نہیں تھا، مگر ٹیکسی سے اتر کر میں یونہی گھر کو چاروں طرف سے دیکھنے لگا۔ سب کچھ تو ویسا ہی ہے کچھ بھی نہیں بدلا۔ جب میں نے برابر والے خالی پلاٹ کی دیوار کے ساتھ رکھی دو اینٹیں دیکھیں تو یاد آیا کہ یہ میں نے ہی تو رکھی تھیں یہاں کالج کے زمانے میں دیر سے واپس آنے پر ڈیڈی کی مار کھائی تھی۔ اس کے بعد سے دیر ہونے پر یہی راستہ اختیار کرتا تھا۔“

وہ اپنی رو میں کہتا چلا گیا۔ پھر اس نے نظر اٹھا کر باپ کی جانب دیکھا دونوں کی نظریں ملیں۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ ایسی مسکراہٹ جس میں شفقت اور فخر دونوں شامل تھے۔ سچ ہے اولاد جب جوان ہوجائے اور لائق نکلے تو نوجوانی کی ساری نالائقیاں اور ڈانٹ ڈپٹ ماں باپ ماضی کی کہانی کی طرح بھلا دیتے ہیں۔

”تو بیٹا حسن اب کیا ارادہ ہے؟“ انہوں نے موضوع بدلا۔

”ارادہ تو ڈیڈی اب یہیں رہنے کا ہے۔ اگلے ہفتے تک میرا سارا سامان آجائے گا۔ ہماری کمپنی کے لئے پاکستان ایک نئی مارکیٹ ہے۔

مجھے برانچ مینیجر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ اُن کے لئے اور ہمارے لئے بالکل نیا تجربہ ہوگا۔ اگر سال دو سال میں کام چل نکلا تو دفتر مستقل ہوجائے گا ورنہ ......وہ لوگ دکان بڑھالیں گے۔ میں تو اسے اپنے کیرئیر کا چیلنج سمجھ کر آیا ہوں۔"

"حسن تم اردو نہیں بھولے اب تک؟ "دکان بڑھالیں گے" ایسی باتیں تو پڑھے لکھے لڑکوں کے منہ سے سننے کو نہیں ملتیں۔"

"کیوں کیا اب لڑکوں نے گلیوں میں کھیلنا چھوڑ دیا ہے"

"ہاں تو اور کیا ! کمپیوٹر گیمز اور ایکس باکس کا زمانہ ہے۔ کرکٹ ورکٹ تو ختم ہوتی جارہی ہے۔"

ڈیڈی امّی کے اٹھنے کے بعد بھی دونوں گھنٹوں بیٹھے رشتہ داروں کزنز اور بچپن کے دوستوں کی باتیں کرتے رہے۔

☆......☆......☆

"ارے بابا بات کیا ہے؟ ہوا کیا ہے؟ کچھ پتہ بھی چلے۔ بس روئے چلی جارہی ہو۔"

"تم سوالات کیوں پوچھے جارہی ہو۔ کہہ تو دیا آجاؤ میں فون پر نہیں بتاؤں گی۔"

"اچھا بھئی آتی ہوں۔ مگر اس وقت چولہے پر کھانا ہے۔ بند کر کے، تیار ہو کے نکلوں گی، پہلی بس پکڑوں گی پھر اتروں گی، دوسری لوں گی پھر تمہاری گلی پیدل چلتی تمہارے گھر تک پہنچوں گی تو اس سب میں دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔ کیا تمہارا اتنی دیر تک روتے رہنے کا ارادہ ہے؟"

زنیرا کی اتنی لمبی تقریر کے نتیجے میں ثانیہ کو ہنسی آگئی۔ اور ادھر زنیرا کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہی اس کا مقصد تھا کہ کم از کم اسوقت ثانیہ کو بہلا لے۔ وہ جانتی تھی کہ جب اتنی تگ و دو کر کے پہنچے گی تو پتہ چلے گا کہ مسئلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ گویا کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ مگر جائے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔

سخت گرمی میں اتنے جتن کر کے جب وہ ثانیہ کے گھر میں داخل ہوئی تو وہ ائیر کنڈیشنڈ یخ بستہ کمرے میں بیٹھی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی تربوز کی قاشیں سامنے رکھی تھیں۔ زنیرا نے بیگ صوفے پر پھینکا اور کوٹ اتارا۔ اس کے جسم میں ٹھنڈک کی لہریں پہنچیں تو اس نے دل سے الحمدللہ کہا اور اندر ہی اندر ثانیہ سے مخاطب ہوئی۔

"ناشکری لڑکی! دنیا کی نعمتوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتی ہے اور پھر روتی ہے۔ مسائل کا رونا۔"

"جی ڈاکٹر ثانیہ احتشام! اپنی تکلیف بتائیے۔" اس نے ثانیہ ہی کا اسٹیتھ اٹھایا اور کانوں پر لگا کر اس کا دل چیک کرنے لگی۔

"مس ثانیہ! میرا ڈاکٹری کا "طویل" تجربہ یہ کہتا ہے کہ آپ کی بیماری آپ کی فراغت ہے آپ کو چاہیے کہ شہر کے نامور ہسپتال میں انسانیت کی خدمت کے لیے خود کو وقف کردیں اور یا پھر کسی "مظلوم انسان" سے شادی کر کے اپنی بقیہ ماندہ زندگی اس کی خدمت میں وقف کردیں۔"

ثانیہ اس مزاحیہ جملے سے ذرا محظوظ نہ ہوئی اور منہ بگاڑ کر بولی:

"تو امی نے تمہیں بتادیا۔ اب تم بھی ان کی وکالت میں لگ جانا۔"

"کیا بتادیا؟ کسے بتادیا۔ میں تو آنٹی سے ملی بھی نہیں سیدھی یہاں آئی ہوں۔ ہوا کیا ہے آخر......"

"ہونا کیا تھا۔ رشتہ آیا ہوا ہے۔ امی ڈیڈی کو پسند آگیا ہے۔ اگلے ماہ شادی کا کہہ رہے ہیں۔ حسن کے ذریعے سفارش کروائی، روئی پیٹی مگر میری کوئی سنتا ہے اس گھر میں؟ اب ہاؤس جاب تو میری گئی نا؟ آگے کا اللہ حافظ ہے۔"

زنیرا نے یہ رام کہانی سن کر سر پیٹ لیا۔

"تو یہ بات تھی!" اس نے ثانیہ کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

"اوہ! ٹیپیکل میلوڈرامہ؟ وہ زبردستی کر رہے ہیں اور تمہیں یہ رشتہ بالکل پسند نہیں۔ ہے نا؟" اس نے براہ راست ثانیہ سے آنکھیں ملائیں۔

"نہیں میں نے یہ تو نہیں کہا۔" ثانیہ نے نظریں پھیر لیں۔

"اور جہاں تک میری معلومات ہیں تمہیں کوئی اور پسند بھی نہیں"

ثانیہ نے کشن اٹھا کے زنیرا پر پھینکا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔"

"اچھا! تو تمہیں یہ جھمیلے ہی پسند نہیں تم بس خود کو ہسپتال کے لیے

وقف کرنا چاہتی ہو۔تاکہ گھر کا جھگڑا نہ ہو تو 24 گھنٹے ڈیوٹی کر سکو بلکہ پوسٹ کال بھی والنٹیئر کر لو......''

''زونی کی بچی! یہ مذاق کا وقت نہیں۔'' ثانیہ اب اسے مارنے کو اٹھی۔

زنیرا بھی تکیہ آگے لگائے وار روکنے کو تیار ہی بیٹھی تھی۔

''چلو! پھر اس شادی کے منعقد نہ کیے جانے کی معقول وجوہات لکھواؤ۔شاباش۔نمبر وار ایک دو تین......

''ثانیہ کے شادی نہ کرنے کی وجہ نمبر ایک''

اس نے باقاعدہ ڈائری نکال کر قلم پکڑ لیا اور ثانیہ کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

ثانیہ قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورتی رہی تو زنیرا نے سوالیہ نگاہوں سے اسے گھورنا شروع کر دیا۔چند منٹ تک گھورنے کی لڑائی جاری رہی اس کے بعد ثانیہ ہتھیار ڈالتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

''کوئی معقول وجہ نہیں میرے پاس۔وہ لوگ سب گھر والوں کو پسند آ گئے ہیں۔ابرار بھی اچھا لڑکا ہے۔آئی مین......پتہ نہیں......میں نے ابھی تک صرف تصویر دیکھی ہے......میں بس تیار نہیں ہوں اس سب کے لیے۔ مجھے ہاؤس جاب کرنی تھی۔گروپ کے ساتھ......میں......میں......''

ثانیہ اور کیا کہتی۔کہنے کو تھا ہی کیا اس کے پاس۔تعلیم کے اختتام کا خوف،نئی زندگی،ذمہ داریاں،گھر سے دوری یہی سب تو تھا اس رونے دھونے کے پیچھے......اور تو کچھ تھا ہی نہیں!زنیرا نے ٹھیک ہی سوچا تھا۔

''کھودا پہاڑ نکلا چوہا''

پھر ثانیہ نے آہستہ آہستہ رونا شروع کر دیا۔زنیرا نے ثانیہ کے سر کو اپنے کندھے سے ٹکا لیا اور اسے خاموشی سے رونے دیا۔

''ثانی!میں تمہارے بہت پیارے سے مستقبل کے لیے بہت ڈھیر ساری دعائیں کروں گی۔تمہیں میری بات پر بھروسہ ہے ناں!ہر امتحان سے پہلے بھی تو تم مجھ سے دعائیں کرواتی ہو۔اور پھر سب ٹھیک ہو جاتا ہے اور تمہیں لگتا ہے کہ میری دعا نے اثر کیا ہے۔اب بھی سب ٹھیک ہی ہوگا۔اللہ پر بھروسہ رکھو۔''

☆......☆......☆

زنیرا جب داخل ہوئی تو آنٹی بولائی بولائی پھر رہی تھیں نوکروں کی الگ ڈانٹ ڈپٹ ہو رہی تھی اور گھر کی ہر چیز بے ترتیب تھی۔اسے اس گھر میں آتے سالوں ہو گئے تھے۔لیکن اب جب سے ثانیہ کے بھائی آئے اس نے خود کو ثانیہ کے کمرے تک محدود کر لیا تھا۔وہیں آتی اور وہیں سے واپس نکل جاتی تھی۔

''لائیے آنٹی میں مدد کروا دیتی ہوں۔'' اس نے بکھرے پھیلے جوڑوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''جیتی رہو میری بچی......دیکھ لو شادی کا گھر ہے اب مجھ اکیلی کی ہمت کہاں کہ سب کچھ سمیٹ سکوں۔رابعہ تو مشکل ہی آمادہ ہوتی ہے اور اب ثانیہ کو کیا کہوں میری بچی کو آرام تو ذرا نہیں ملا۔کل تک سارا بازار، اندر باہر سب اسی نے سنبھالا ہوا تھا۔''

زنیرا نے نوٹ کیا کہ آنٹی نے پریشانی میں آج پہلی بار رابعہ کے خلاف کچھ کہا۔شاید وہ واقعی بہت ہلکان ہو رہی تھیں۔

زنیرا کو ایک دم خیال آیا تو اس نے آلہ نکلوا کر ان کا بی پی چیک کیا جو ٹھیک تھا۔اس نے گلاس میں گلوکوز گھول کر انہیں پلایا۔دو تین طرح کے جوس فرج میں پڑے تھے۔ٹرے میں گلاس کے ساتھ رکھ کر اور سیب کاٹ کر لے آئی انہیں بٹھا دیا اور تسلی دلائی کہ آج وہ جوڑے پیک کر کے ہی یہاں سے جائے گی۔

ایک ذرا سی ہمدردی کر لینے سے آنٹی بالکل نارمل ہو گئیں۔پھر اسے ڈھیروں دعائیں دینے کے بعد انہیں خیال آیا۔

''ارے میری بچی یہ تم گرمی میں اپنا لبادہ اوڑھے سارا کام کیسے کرو گی۔ایسا کرو یہ سب کپڑے میں ثانیہ کے کمرے میں بھجوا دیتی ہوں تم وہیں پیک کر لو۔ٹھیک ہے۔''

''جی اچھا آنٹی'' وہ کہتی ہوئی بے خیالی میں جب اوپر کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی تب ہی حسن تیزی سے اترتا چلا آ رہا تھا۔قریب تھا کہ وہ ٹکرا جائے مگر اس نے ایک طرف مڑ کر اپنے ہاتھ سے ریلنگ پکڑ لی۔اس کا توازن ذرا سا بگڑا تو، مگر غنیمت ہوا کہ گری نہیں اور حسن سے ٹکر نہیں

ہوئی۔ وہ مڑ کر دیکھے بغیر ہی اوپر چڑھتی گئی۔ پیچھے سے اسے آواز آئی۔

”آئی ایم سوری۔“

زنیرا نے دل میں سوچا۔ اب مجھے ثانیہ کے گھر یوں ہر جگہ نہیں جانا چاہیے۔ یہ مناسب نہیں۔ چلو خیر دو دن ہی کی بات تو ہے۔ اس نے ثانیہ کو تصور ہی تصور میں دلہن بنے دیکھا اور مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ ثانیہ نے اسے دیکھا تو سلام دعا کے بغیر پہلا سوال کیا۔

”تمہاری خوشی کی وجوہات؟“

”خوشی؟ تمہیں کس نے کہا میں خوش ہوں؟ اور یہ کیا سلام نہ دعا سوالات شروع ...... ویسے تمہیں مہمانوں کے لیے چائے پانی کے انتظامات کرنے سے روکا گیا ہے چائے پانی کا پوچھنے سے نہیں روکا گیا۔“

”چائے پانی کا بھی پوچھ لیں گے پہلے یہ بتاؤ کہ سب کچھ لے کر آئی ہوناں۔“

”ہاں ہاں۔ سب لائی ہوں۔ مگر ایک بات سنو۔ یہ ڈھول ڈھمکا بعد میں ہوگا پہلے میں ذرا آنٹی کی مدد کر دوں وہ بیچاری ہلکان ہوئی جا رہی ہیں اکیلے۔“

”باجی یہ آپ کے کمرے میں رکھنے کے لیے امی جی نے بھیجے ہیں“

”ہاں بیٹا یہاں رکھ دو“ ثانیہ کے بجائے زنیرا نے دس سالہ بچی سے کہا۔ ثانیہ کو یوں زنیرا کا بیٹا کہہ کر پکارنا اچھا لگا۔ اس کے گھر میں نوکر کو پکارنے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

”ہاں تو تم نقاب کے اندر ہی اندر مسکرا کیوں رہی تھیں۔ وہ ابھی تک اسی سوال پر اٹکی ہوئی تھی۔“

”تمہاری رخصتی کا سوچ کر مسکرائی تھی۔ تم سے جان چھوٹنے کی خوشی ہے۔“

”زنیرا کی بچی!! تمہارے لیے تو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ جہنم میں جاؤ...... اگر تم جیسی جہنم میں چلی گئی تو ہم جیسے کہاں جائیں گے۔“

”اچھا بس! یہ جنت جہنم کے مذاق نہیں۔ ویسے یہ بتاؤ تمہیں میرے مسکرانے کی خبر کیسے ہو جاتی ہے، میرا چہرا تو ڈھکا ہوا تھا؟“

”بتا دوں؟“ ثانیہ نے شرارت سے کہا۔ ”تمہاری آنکھوں سے...... تمہیں پتہ ہے؟ تمہاری آنکھیں بولتی بھی ہیں، ہنستی بھی ہیں، اداس بھی ہوتی ہیں۔ تم مجھ سے کچھ چھپا نہیں سکتیں زنیرا وسیم...... کچھ بھی نہیں۔“

☆......☆......☆

ثانیہ کے گروپ کی تمام لڑکیوں نے شام میں اس کے گھر پر جمع ہونے اور خوب ہلا گلا کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ ثانیہ نے بھائی کو پہلے ہی رات تک کے لیے گھر سے باہر کر دیا تھا اور ڈیڈی کا کھانا ان کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اب سارے گھر پر لیڈی ڈاکٹر کا قبضہ تھا۔ لڑکیوں کو بھی بہت عرصے بعد بننے سنورنے اور دل کھول کر خوش ہونے کا موقع ملا تھا۔ ہاؤس جوب کی جان لیوا ذمہ داریوں سے فراغت اور دوست کی شادی کا موقع...... انہیں اور کیا چاہیے تھا!!

ثانیہ شام سے زنیرا کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ اس نے زنیرا کے بالوں میں رولز لگا کر اسے آئینے کے سامنے بٹھا دیا اور بڑی فرصت سے اس کا میک اپ کیا۔ یوں تو زنیرا کو آنکھیں بند رکھنے کا حکم تھا لیکن جیسے ہی وہ ذرا سی آنکھیں کھولتی شور مچا دیتی۔

”آئی لائنر اتنا ڈارک!“

”بھوت نہ بنانا مجھے!“

”لپ اسٹک کا شیڈ ہلکا رکھوا تنا ڈارک مجھے پسند نہیں۔“

لیکن ثانیہ نے آج اس کی ایک نہ سننے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ وہ ثانیہ کو برا بھلا کہتی ڈریسنگ روم میں گئی اور جب ٹی پنک پر گولڈن کام کا انگرکھا پہن کر گھنے، کالے لچھے دار بالوں کی لٹیں دونوں شانوں پر پھیلائے وہ غصیلا منہ بنائے باہر نکلی تو ثانیہ واقعی اسے دیکھتی رہ گئی۔ آج زنیرا کے سراپے پر اس کی نظر نہ ٹک رہی تھی۔ اس کے منہ سے خوشی کے مارے نکلا۔

”WOW“

”زونی! غضب خدا کا! تو تو کترینہ کو مات کر رہی ہے آج!“

”خبردار! کسی ایکٹریس سے مجھے ملایا تو۔ وہ بھی بالی ووڈ کی......“

زنیرا نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں نکالیں جو آئی لائنر کی وجہ سے پہلے ہی خطرناک حد تک گہری لگ رہی تھیں۔

ویسے زونی! تم کبھی میک اپ جو نہیں کرتیں ناں! اسی لیے......میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہاری سج دھج اتنی غضب ناک ہو سکتی ہے۔''

''آج بھی اتنا نہ کرتی اگر تم ذرا میری سن لیتیں مگر تم تو......'' یہ کہتے کہتے اس نے خود کو آئینے کے سامنے کیا اور دوپٹہ سیٹ کرنے لگی۔ نظر بھر کے دیکھا تو خود ہی دنگ رہ گئی۔ واقعی ثانیہ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی۔

اپنے اس روپ سے تو وہ خود بھی اب تک نا آشنا تھی!

چاروں قل پڑھ کر دل ہی دل میں اپنے اوپر پھونکے اس کی امی نے یہی سکھایا تھا۔

تھوڑی دیر میں تمام سہیلیاں آ گئیں۔ سب ہی زنیرا کو دیکھ کر حیران تھیں اور تعریفی جملوں کی بارش کر رہی تھیں۔ زنیرا اس کی عادی نہ تھی تو اسے ان جملوں سے جھجک آ رہی تھی۔

ہنسی مذاق، ڈھولک، گانے ہوتے رہے اور پھر تمام سہیلیاں فوٹوز بنانے میں لگ گئیں، زنیرا ایک طرف ہو گئی۔

''زنیرا آؤ ناں! آج تو بنوالو۔''

''ارے ہمارے ساتھ بھئی کسی کو نہیں دکھائیں گے۔''

''یادگار رہے گی......پھر تو سب نے بکھر جانا ہے۔''

وہ مسکراتی رہی مگر اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں۔ دوستیں جب اس کی طرف سے مایوس ہو گئیں تو اپنی تصویریں کھینچنے میں لگ گئیں۔

ثانیہ ان کی طرف سے فارغ ہوئی تو چپکے سے زنیرا کے کان میں بولی۔

''زونی......میری خاطر بنوالو۔ بس ایک......پلیز''

زنیرا نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور صرف اتنا کہا:

''ثانی! مجھے مجبور نہ کرو۔ تمہیں ساری باتوں کا علم تو ہے...... پھر؟؟'' ثانیہ نے مسکرا کر ''او کے'' کہا اور اٹھ گئی۔

کہیں سے آواز آئی'' ثانیہ ڈیئر کھانا کب لگواؤ گی؟ اب تو بھوک کے مارے گانے بھی باہر نہیں آ رہے۔''

اسی لمحے ثانیہ کی امی نے کھانا لگنے کی خوشخبری سنائی تو سب نے کھانے کے کمرے کا رخ کیا اور بے تکلفی سے میز پر ہلا بول دیا۔

زنیرا اپنی پلیٹ بنانے کے ساتھ ساتھ غور سے دیکھتی جا رہی تھی۔

انواع واقسام کے لذیذ کھانے، انتہائی نفیس کٹلری اور گولڈن کناروں والے نازک برتن، کھانا جتنا اشتہا انگیز تھا اتنی ہی سجاوٹیں بھی۔ اس کے دل میں اچانک ہی خیال آیا۔

''تو آج اس میز کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ عیش کی زندگی نام کس شئے کا ہے۔ کیا ایسی زندگی میرا نصیب بھی ہو سکتی ہے؟''

پھر اپنے اس خیال پر وہ شرمساری ہو گئی۔ خود کو اندر ہی اندر ڈانٹا۔ اور یہ پہلی بار نہیں تھا۔ ننھی منی خواہشوں کا گلا گھونٹنے کا کام وہ بچپن سے کرتی چلی آئی تھی۔ جس ماحول میں وہ جوان ہوئی تھی وہاں حلال میں تو ان خواہشوں کا پورا کرنا ناممکن تھا اور حرام......حرام کا ایک ٹکڑا بھی اس کے باپ کو برداشت نہ تھا۔

سب سے پہلے زنیرا کی واپسی ہوئی اس کے گھر میں لڑکیوں کو رات دیر تک باہر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ ثانیہ سے دوستی کی نوعیت ایسی تھی کہ والدین نے اجازت دے دی مگر واپسی پر ٹیکسی پر اسے لینے آئے۔

ثانیہ گیٹ تک چھوڑنے آئی۔ اس نے چہرے کے گرد نقاب لپیٹنے سے پہلے زنیرا کو ایک بار پھر جی بھر کے دیکھا اور پھر مسکرا کر اس کے کان کے نزدیک اپنا منہ لے جا کر بولی:

''سوچ رہی ہوں یہ حسین چہرہ کس کا نصیب ہوگا۔''

اس کی توقع کے خلاف زنیرا بالکل بھی غصہ نہ ہوئی بلکہ مسکرا کر بولی۔

''سوچو سوچو......تمہیں کون روک سکتا ہے۔ آخر کو تمہاری دم جو کٹ چکی، تم کیوں چاہو گی کہ دوسری لومڑیوں کو لگی رہے۔''

''ارے یار! یہ لومڑیاں کہاں سے آ گئیں بیچ میں؟؟''

بچپن کی دم کٹی لومڑی کی کہانی یاد کرو تو سمجھ آ جائے گا۔'' زنیرا تیز قدم اٹھاتی گیٹ سے نکل گئی۔

اسی لمحے ثانیہ کے دل میں ایک نئی خواہش ابھری۔

''کاش میری بھابی زنیرا جیسی خوبصورت اور خوب سیرت ہو......''

''کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں زونی ہی کو بھابی بنا لوں؟''

☆......☆......☆

(جاری ہے)